شیخ چلّی کی شامت
PDFBOOKSFREE.PK
JAM

بچوں کے لئے انتہائی دلچسپ کہانی

شیخ چلّی کی شامت

ظہیر احمد

ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

جملہ حقوق دائمی بحق ناشران محفوظ ہیں

ناشران ------ محمد ارسلان قریشی

---------- محمد علی قریشی

ایڈوائزر ----- محمد اشرف قریشی

طابع ------ سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان

ARSLAN PUBLICATIONS MULTAN

Price Rs 5/-

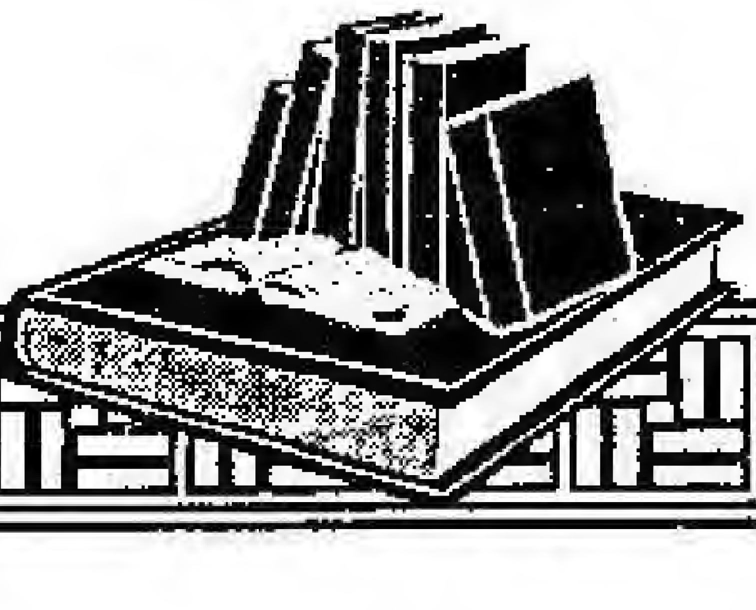

شیخ چلی کی اپنی بوڑھی ماں سے تقریباً روز ہی شامت آئی رہتی تھی۔ اس کی بوڑھی ماں شیخ چلی کے موٹے دماغ اور ہر وقت خیالی پلاؤ پکاتے رہنے کی وجہ سے ہر وقت اسے ڈانٹتی پھٹکارتی رہتی تھی۔

بوڑھی ماں کے لئے شیخ چلی کسی کام کا نہیں تھا۔ جب اس کی بوڑھی ماں اسے کسی کام سے باہر بھیجتی تو وہ ہر کام بگاڑ کر ہی واپس آتا تھا جس سے اس کی بوڑھی ماں اس پر اور غصہ ہو جاتی اور شیخ چلی کی پھر سے شامت آ جاتی۔

شیخ چلی اپنی ماں کی ڈانٹ پھٹکار سے بچنے کے لئے گھر سے باہر نکل جاتا اور سارا سارا دن گلیوں بازاروں میں آوارہ گردی کرتا رہتا تھا۔ وہ رات گئے

ہی لوٹ کر آتا تھا جب تک اس کی ماں اس کا انتظار کر کر کے سو چکی ہوتی تھی۔ رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے شیخ چلی اس وقت تک نہیں جاگتا تھا جب تک سورج اس کے سر پر نہ آ جاتا یا اس کی بوڑھی ماں اسے جھاڑو سے مار مار کر نہ جگا دیتی۔ آج بھی شیخ چلی بے فکر ہو کر سویا ہوا تھا۔ سورج کب کا اس کے سر پر آ چکا تھا لیکن وہ صحن میں چارپائی پر چادر اوڑھے زور زور سے خراٹے لے کر گہری نیند سو رہا تھا۔ اس کی بوڑھی ماں جھاڑو سے گھر کی صفائی کر رہی تھی۔ اس نے کئی بار شیخ چلی کو آوازیں دے کر جگانے کی کوشش کی تھی لیکن شیخ چلی جیسے جاگنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"یہ نکما، کام چور۔ اس طرح سے نہیں جاگے گا۔ غضب خدا کا سورج سر پر آ گیا ہے اور یہ جاگنے کا نام ہی نہیں لے رہا ہے۔ اب مجھے اسے خود ہی جگانا پڑے گا"۔ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے شیخ چلی کی جانب غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ جھاڑو لے کر شیخ چلی کی جانب بڑھتی چلی گئی۔ چارپائی

کے قریب جاتے ہی وہ شیخ چلی کی پھیلی ہوئی ٹانگوں پر زور زور سے جھاڑو مارنے لگی۔

''اٹھو۔ نکمے، کام چور۔ دن نکل آیا ہے۔ آج میں مار مار کر تمہاری ہڈیوں کا سرمہ بنا دوں گی۔ اٹھو۔ جلدی اٹھو''۔ بوڑھی ماں نے شیخ چلی کی ٹانگوں پر زور زور سے جھاڑو مارتے ہوئے چیخ کر کہا تو شیخ چلی ہڑبڑا کر چیختا ہوا اٹھ بیٹھا۔

''ارے ارے کیا کر رہی ہو ماں۔ میں اٹھ گیا ہوں۔ ارے ارے''۔ شیخ چلی نے خود کو جھاڑو سے بچانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن اس کی بوڑھی ماں بے حد غصے میں تھی اس نے اب شیخ چلی کو اور زیادہ زور سے جھاڑو سے مارنا شروع کر دیا۔

''آج میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی نکمے۔ تم نے میرا جینا حرام کر رکھا ہے۔ تم نہ کسی کام کے ہو اور نہ کاج کے۔ بس تم صرف دشمن اناج کے بنے ہوئے ہو۔ میں سارا سارا دن لوگوں کے گھر صاف ستھرائی کا کام کرتی ہوں، برتن مانجھتی ہوں اور تم دن بھر گلیوں بازاروں میں آوارہ گردی کرتے رہتے ہو۔ آج میں

تمہارے ہاتھ پیر توڑ کر تمہیں اسی بستر پر ڈال دوں گی پھر دیکھوں گی کہ تم کس طرح سے باہر جاتے ہو اور آوارہ گردی کرتے ہو"۔ بوڑھی ماں نے غصے سے شیخ چلی پر تابڑ توڑ جھاڑو برساتے ہوئے کہا اور بے چارے شیخ چلی کی چیخیں نکل گئیں۔

"بس کرو ماں۔ میں اب کہیں نہیں جاؤں گا۔ سارا دن تمہاری خدمت کروں گا۔ تم جو کہو گی میں وہی کروں گا۔ ماں۔ ماں۔ مت مارو ماں"۔ شیخ چلی نے خود کو جھاڑو سے بچاتے ہوئے چیخ کر کہا اور اس کی بات سن کر شیخ چلی کی ماں کا ہاتھ رک گیا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو کیا واقعی اب تم میری ہر بات مانو گے"۔ بوڑھی ماں نے اس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ماں۔ جھاڑو کی مار سے تو بہتر ہے کہ میں وہی کروں جو تم مجھ سے کہو"۔ شیخ چلی نے دونوں ہاتھوں سے اپنے جسم کے مختلف حصے دباتے ہوئے کہا جہاں جہاں اسے جھاڑو سے مار پڑی تھی۔

"سوچ لو شیخ چلی۔ اگر تم نے میری کوئی بات نہ

مانی تو میں تمہارا اس سے بھی برا حال کروں گی''۔ بوڑھی ماں نے تیز لہجے میں کہا۔

''میں نے سوچ لیا ماں۔ میں سچ مچ وہی کروں گا جو تم کہو گی۔ میں تمہاری مرضی کے بغیر کہیں نہیں جاؤں گا''۔ شیخ چلی نے روتے ہوئے کہا تو بوڑھی ماں کو اس پر ترس آ گیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ایک بار پھر تمہاری باتوں پر یقین کر لیتی ہوں لیکن اب تم نے کوئی بھی الٹا کام کرنے کی کوشش کی تو میں تمہاری بری طرح سے شامت لے آؤں گی''۔ بوڑھی ماں نے کہا۔ شیخ چلی اس کا اکلوتا بیٹا تھا اس لئے اسے شیخ چلی کی احمقانہ حرکتوں پر جتنی جلدی غصہ آتا تھا اتنی جلدی اس کا غصہ اتر بھی جاتا تھا۔

''نہیں ماں۔ میں کوئی الٹا کام نہیں کروں گا''۔ شیخ چلی نے فوراً کہا۔

''کوئی خیالی پلاؤ بھی نہیں پکاؤ گے''۔ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''نہیں نہیں۔ بالکل بھی نہیں۔ خیالی پلاؤ تو کیا میں

کوئی خیالی ہنڈیا بھی چولہے پر چڑھانے کی کوشش نہیں کروں گا‘‘۔ شیخ چلی نے اسی انداز میں کہا۔

’’چولہے سے یاد آیا۔ آج گھر میں چولہے میں جلانے کے لئے لکڑیاں نہیں ہیں۔ تم کلہاڑی اور اپنا گدھا جنگل میں لے جاؤ اور جا کر لکڑیاں کاٹ کر لے آؤ تب تک میں آٹا گوندھ لیتی ہوں۔ پھر جب تم لکڑیاں لے کر آؤ گے تو میں تمہارے اور اپنے لئے روٹیاں بنا لوں گی‘‘۔ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے کہا۔

’’ٹھیک ہے ماں۔ میں ابھی جاتا ہوں اور ڈھیر ساری لکڑیاں کاٹ کر لے آتا ہوں‘‘۔ شیخ چلی نے کہا اور بوڑھی ماں کے ہاتھ میں جھاڑو کی طرف خوف بھری نظروں سے دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے لباس بدلا اور گھر سے ایک کلہاڑی لی اور صحن کے کونے میں بندھا ہوا اپنا گدھا کھولا اور اسے لے کر جنگل کی جانب چل پڑا۔ جنگل میں پہنچ کر وہ لکڑیاں کاٹنے میں مصروف ہو گیا اور اس کا گدھا وہاں گھاس پھونس چرنے لگا۔ شیخ چلی نے کافی لکڑیاں کاٹ لی تھیں۔ اس نے لکڑیوں کا ایک گھٹا بنایا اور پھر وہ

ستانے کے لئے ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گیا۔ لکڑیاں کاٹ کاٹ کر وہ بری طرح سے تھک گیا تھا اس لئے وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا۔ لیکن ابھی وہ آرام کرنے کے لئے بیٹھا ہی تھا کہ اسے صبح صبح ماں کے ہاتھوں جھاڑو سے پڑنے والی مار یاد آگئی۔ وہ فوراً بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے باپ رے۔ ماں میرا انتظار کر رہی ہو گی اگر میں گھر دیر سے گیا تو وہ پھر میری شامت لے آئے گی۔ مجھے جلد سے جلد لکڑیاں گھر لے جانی ہوں گی"۔ اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا پھر وہ اپنے گدے کو کھینچ کر لایا اور اس نے لکڑیوں کا گٹھا گدھے پر لاد دیا اور گدھے کی رسی پکڑ کر اسے لئے اپنے گھر کی جانب ہو لیا۔ وہ اس قدر تھکا ہوا تھا کہ اس سے آگے بڑھا ہی نہیں جا رہا تھا۔ تیز دھوپ کی وجہ سے اس کا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا اور اس سے اپنا گدھا بھی کھینچنا مشکل ہو رہا تھا۔ جنگل سے نکل کر وہ گاؤں میں آیا تو اسے راستے میں اس کا دوست گلّو ملا۔ وہ بھی شیخ چلی کی طرح احمق تھا۔ گلّو

نے جو شیخ چلی کی بری حالت دیکھی تو وہ اس کے پاس آ گیا۔

''ارے شیخ چلی۔ تم تو بری طرح سے تھکے ہوئے ہو۔ گدھا تمہارے ساتھ ہے اور تم پھر بھی اسے کھینچ کر اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ تم گدھے پر سوار ہو کر گھر کیوں نہیں جا رہے''۔ گلّو نے ہمدردی سے کہا۔

''میں گدھے پر سواری کیسے کر سکتا ہوں۔ گدھے پر تو میں نے پہلے ہی لکڑیوں کا گٹھا رکھا ہوا ہے''۔ شیخ چلی نے کہا۔

''تو کیا ہوا۔ یہ تمہارا بوجھ آسانی سے اٹھا سکتا ہے۔ تم ایسا کرو کہ تم گدھے پر سوار ہو جائے۔ میں لکڑیوں کا گٹھا تمہارے سر پر رکھ دیتا ہوں۔ اس طرح لکڑیوں کا بوجھ تم اٹھا لو گے اور تمہارا بوجھ گدھا اٹھا لے گا اور تم آسانی سے لکڑیاں اپنے گھر لے جا سکو گے۔ تمہیں پیدل بھی نہیں چلنا پڑے گا ''۔ گلّو نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔ شیخ چلی کو اس کا مشورہ پسند آیا اس نے فوراً گلّو کی مدد سے گدھے کی کمر سے لکڑیوں کا گٹھا اتارا اور اچھل کر گدھے پر سوار ہو

لیا تو گلو نے لکڑیوں کا گٹھا شیخ چلی کے سر پر رکھ دیا۔ شیخ چلی بے حد خوش تھا کہ اب اسے چلنا نہیں پڑے گا اور وہ لکڑیوں کا گٹھا بھی اپنے ساتھ لے جا سکے گا۔ اس نے گلو کا شکریہ ادا کیا جس نے اسے واقعی تھکنے سے بچا لیا تھا۔ چنانچہ شیخ چلی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے گدھے پر سوار گھر کی جانب ہو لیا۔ وہ کھیتوں سے نکل کر ایک میدانی علاقے میں آیا تو اسے اس کا ایک پرانا دوست شبو مل گیا جو بے حد شریر تھا۔ اس نے جو شیخ چلی کو گدھے پر سوار اور اس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھا دیکھا تو وہ شیخ چلی پر ہنسنا شروع ہو گیا۔

''ہنس کیوں رہے ہو''۔ شیخ چلی نے اسے ہنستے دیکھ کر برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''میں تمہاری حماقت پر ہنس رہا ہوں شیخ چلی''۔ اس کے دوست شبو نے ہنستے ہوئے کہا۔

''حماقت۔ کون سی حماقت''۔ شیخ چلی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم گدھے پر سوار ہو اور تم نے اپنے سر پر

لکڑیوں کا اتنا زیادہ بوجھ اٹھایا ہوا ہے۔ ایک تو تمہارا گدھا پہلے ہی کمزور ہے اوپر سے تم نے اس بے چارے پر اتنا زیادہ بوجھ لاد دیا ہے جس کی وجہ سے تمہارا گدھا بے حال ہو گیا ہے اور جس طرح سے تم نے سر پر بوجھ اٹھا رکھا ہے اس سے تو تمہاری گردن بھی اکڑ جائے گی۔ پھر تم اپنی گردن نہ دائیں گھما سکو گے اور نہ بائیں۔ تمہیں بس ناک کی سیدھ میں ہی چلنے کی عادت ہو جائے گی''۔ شبو نے کہا اور اس کی بات سن کر شیخ چلی پریشان ہو گیا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو شبو۔ سر پر بوجھ ہونے کی وجہ سے میری گردن واقعی بری طرح سے اکڑی ہوئی ہے اور میں بمشکل اس بوجھ کو سر پر اٹھائے ہوئے ہوں۔ لیکن میں کیا کروں مجھے یہ لکڑیاں ہر صورت میں گھر لے جانی ہیں۔ ورنہ میری بوڑھی ماں مار مار کر میرا برا حال کر دے گی''۔ شیخ چلی نے کہا۔

''اپنی ماں کے ڈر سے تم ایک بے زبان جانور پر ظلم کرو گے۔ ذرا اس بے چارے گدھے کی حالت تو دیکھو۔ رینگ رینگ کر چل رہا ہے اور وزن زیادہ

ہونے کی وجہ سے اس کی زبان بھی باہر نکل رہی ہے۔ اگر یہ تمہارا بوجھ اور تمہارے سر پر لکڑیوں کے اتنے بڑے گٹھے کا بوجھ اٹھائے اسی طرح سے چلتا رہا تو یہ ضرور کہیں نہ کہیں گر جائے گا اور ہلاک ہو جائے گا"۔ شبو نے کہا تو شیخ چلی اور زیادہ پریشان ہو گیا۔

"گدھے پر تو صرف میں بیٹھا ہوا ہوں اور لکڑیوں کا گٹھا تو میں نے اٹھایا ہوا ہے۔ اس کا بوجھ تو میرے سر پر ہے مگر اب میں کیا کروں میری گردن تو اکڑ گئی ہے"۔ شیخ چلی نے کہا۔

"اس کا میں تمہیں ایک آسان حل بتاتا ہوں اس طرح تم بھی گھر پہنچ جاؤ گے اور تمہارا گدھا بھی۔ نہ تم تھکو گے اور نہ تمہارا گدھا تھکے گا"۔ شبو نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ جلدی بتاؤ دوست۔ میں اپنے گدھے سے بے حد پیار کرتا ہوں۔ میں اسے مرنے نہیں دینا چاہتا"۔ شیخ چلی نے کہا۔

"نیچے اترو اور اپنے سر سے لکڑیوں کا گھٹا اتار کر نیچے رکھ دو"۔ شبو نے کہا اس کے چہرے پر شرارت

کے تاثرات صاف دکھائی دے رہے تھے جنہیں شیخ چلی جیسا موٹے دماغ والا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ شیخ چلی نے شبو کی بات مان لی اور گدھے سے نیچے آ گیا اور اس نے لکڑیوں کا گٹھا بھی زمین پر ڈال دیا۔

''میرے پاس ماچس ہے۔ تم ان خشک لکڑیوں کو آگ لگا کر جلا دو۔ کچھ ہی دیر میں یہ لکڑیاں جل کر راکھ بن جائیں گی۔ پھر تم راکھ اٹھانا اور کسی پوٹلی میں ڈال لینا۔ چھوٹی سی پوٹلی کا کوئی وزن نہیں ہو گا۔ تم وہ پوٹلی لے کر گدھے پر سوار ہو جانا۔ اس طرح نہ تمہیں بوجھ اٹھانا پڑے گا اور نہ ہی تمہارے گدھے کو زیادہ بوجھ اٹھانا پڑے گا اور تم دونوں اطمینان سے گھر بھی پہنچ جاؤ گے''۔ شبو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ اوہ۔ یہ تو بہت آسان ترکیب ہے۔ واقعی میں لکڑیاں نہیں تو لکڑیوں کی راکھ تو لے جاؤں گا۔ میری ماں لکڑیوں کی راکھ دیکھ کر مجھے یہ تو نہیں کہے گی کہ میں نکما اور کام چور ہوں۔ وہ مجھ سے بے حد خوش ہو گی''۔ شیخ چلی نے خوش ہوتے ہوئے کہا وہ اس قدر احمق تھا کہ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ اس

کا دوست شبو اس سے شرارت کر رہا ہے اور اس کی شرارت سے شیخ چلی کی شامت آ سکتی تھی۔

''تو پھر لگا دوں آگ لکڑیوں کو''۔ شبو نے اسی طرح سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہاں ضرور۔ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ ماں بھی مجھے یہی نصیحت کرتی ہے کہ بیٹا نیک کام میں دیر نہ کیا کرو''۔ شیخ چلی نے کہا تو شبو نے ہنستے ہوئے لکڑیوں کو آگ لگا دی۔ لکڑیاں خشک تھیں انہیں نے جلد ہی آگ پکڑ لی۔ کچھ ہی دیر میں لکڑیاں جل کر راکھ بن گئیں۔ شیخ چلی کے پاس ایک پوٹلی تھی اس نے شبو کے کہنے پر پوٹلی راکھ سے بھری اور گدھے پر سوار ہو کر شبو کی عقلمندی کا شکریہ ادا کیا اور خوش خوش اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچ کر اس نے گدھے کو صحن کے کونے میں باندھا تو اس کی ماں جو چولہے کے آگے آٹا گوندھے بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''خالی ہاتھ کیوں آئے ہو۔ لکڑیاں کہاں ہیں''۔ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے پوچھا۔

''میں خالی ہاتھ نہیں آیا ہوں ماں۔ یہ دیکھو۔ پوٹلی میں لکڑیوں کی جلی ہوئی راکھ ہے۔ اس میں ایک من لکڑیوں کی راکھ ہے''۔ شیخ چلی نے اپنے پٹکے میں اڑسی ہوئی راکھ کی پوٹلی نکال کر بوڑھی ماں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''راکھ۔ کیا مطلب''۔ شیخ چلی کی بوڑھی ماں نے حیران ہو کر پوچھا تو شیخ چلی نے اسے پورا واقعہ کہہ سنایا جسے سن کر بوڑھی ماں نے بے اختیار اپنا سر پیٹ لیا۔ اس کا بیٹا واقعی احمقوں کا سردار تھا جو ہر کسی کی باتوں میں آ جاتا تھا۔ شیخ چلی کی بوڑھی ماں کو شیخ چلی کی اس حماقت پر اس قدر غصہ آیا کہ اس بار اس نے کپڑے دھونے والا ڈنڈا اٹھایا اور اس سے شیخ چلی کو بری طرح سے مارنا شروع کر دیا اور شیخ چلی کی چیخیں گونجنے لگیں اس روز شیخ چلی کی اتنی شامت آئی کہ وہ کئی روز اپنی ہڈیاں سہلاتا ہوا بستر پر پڑا رہا اور گھر سے باہر بھی نہ نکل سکا تھا۔

ختم شد

بچوں کے لئے دلچسپ اور خوبصورت کہانیاں

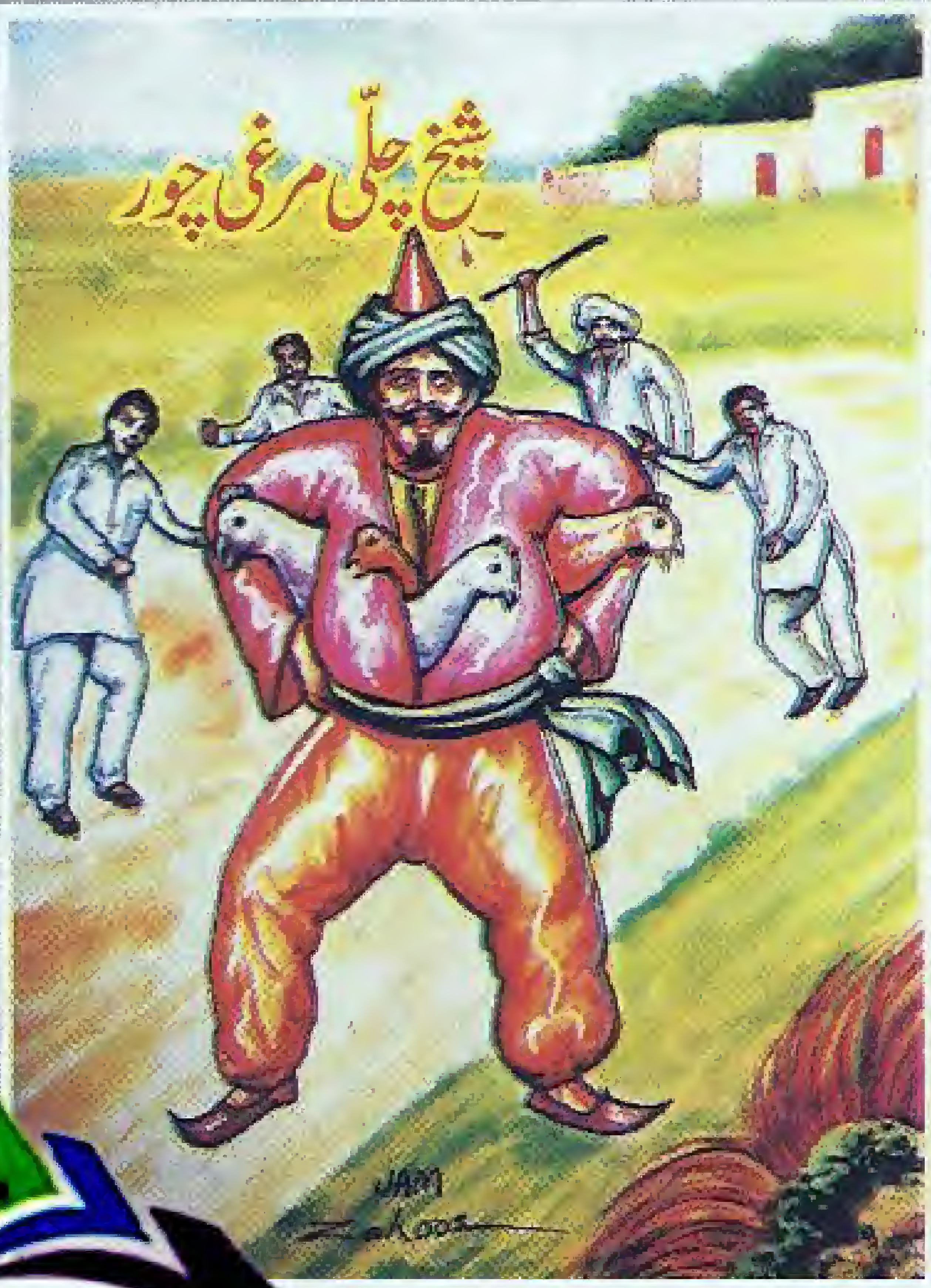

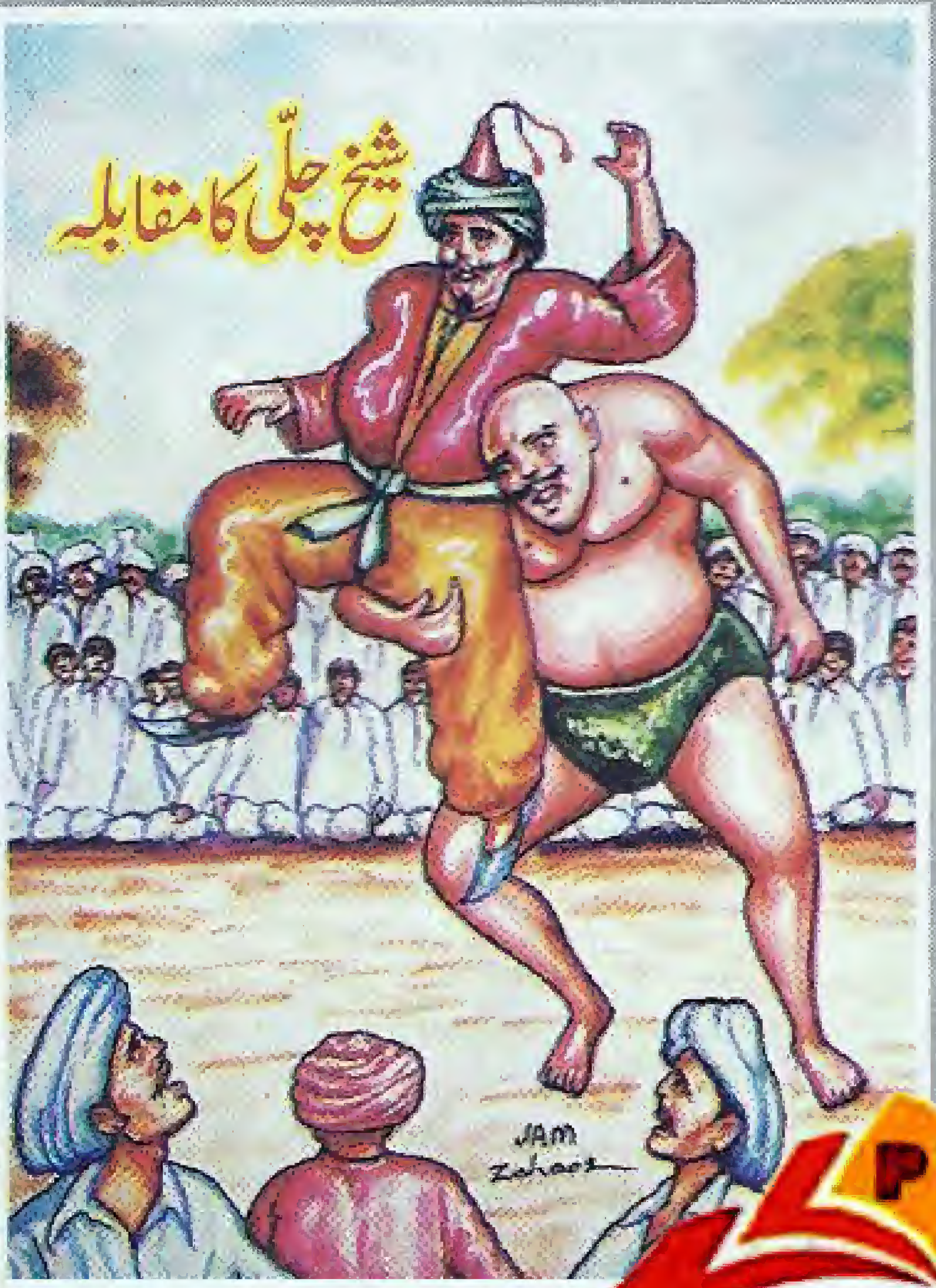
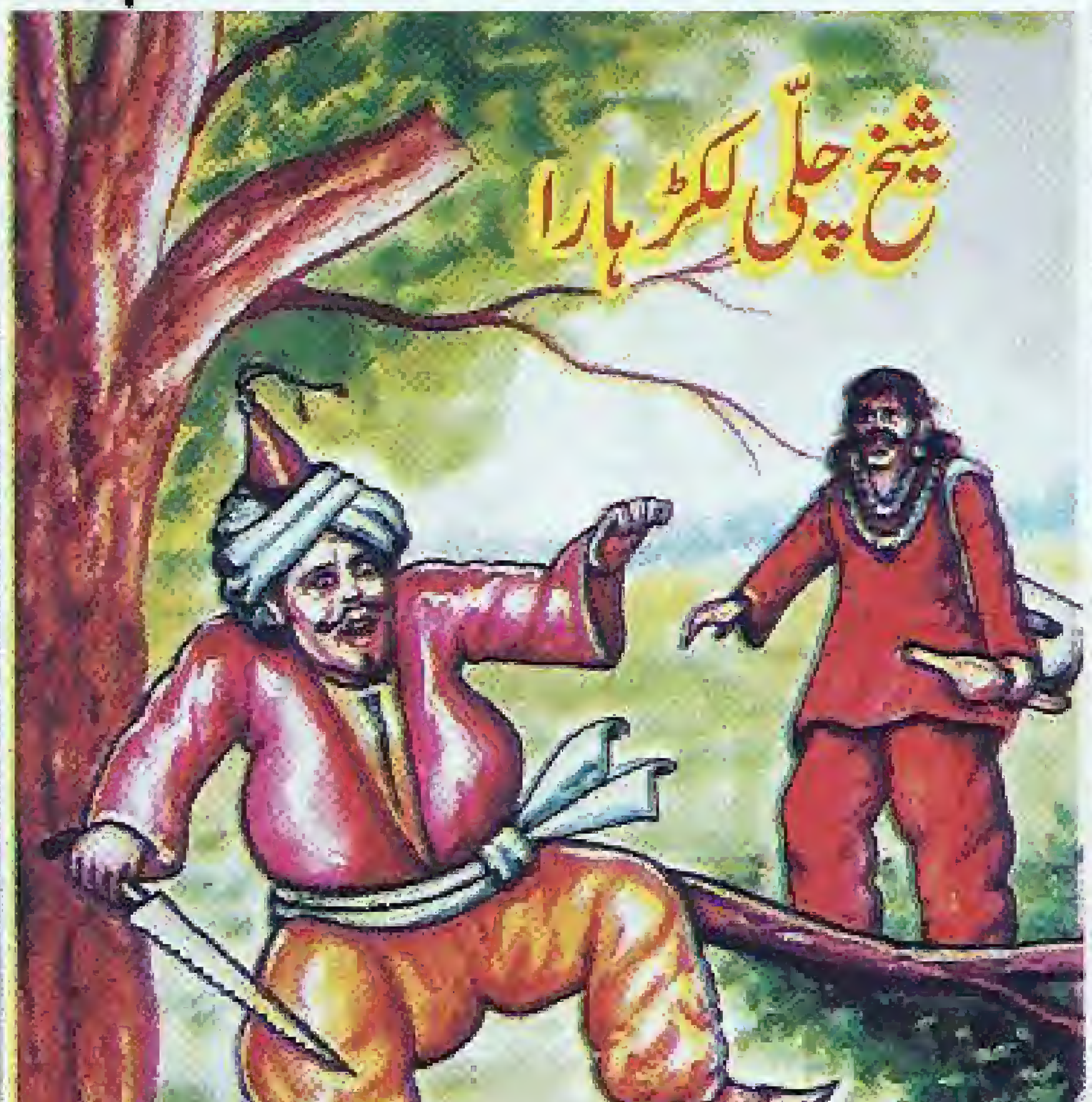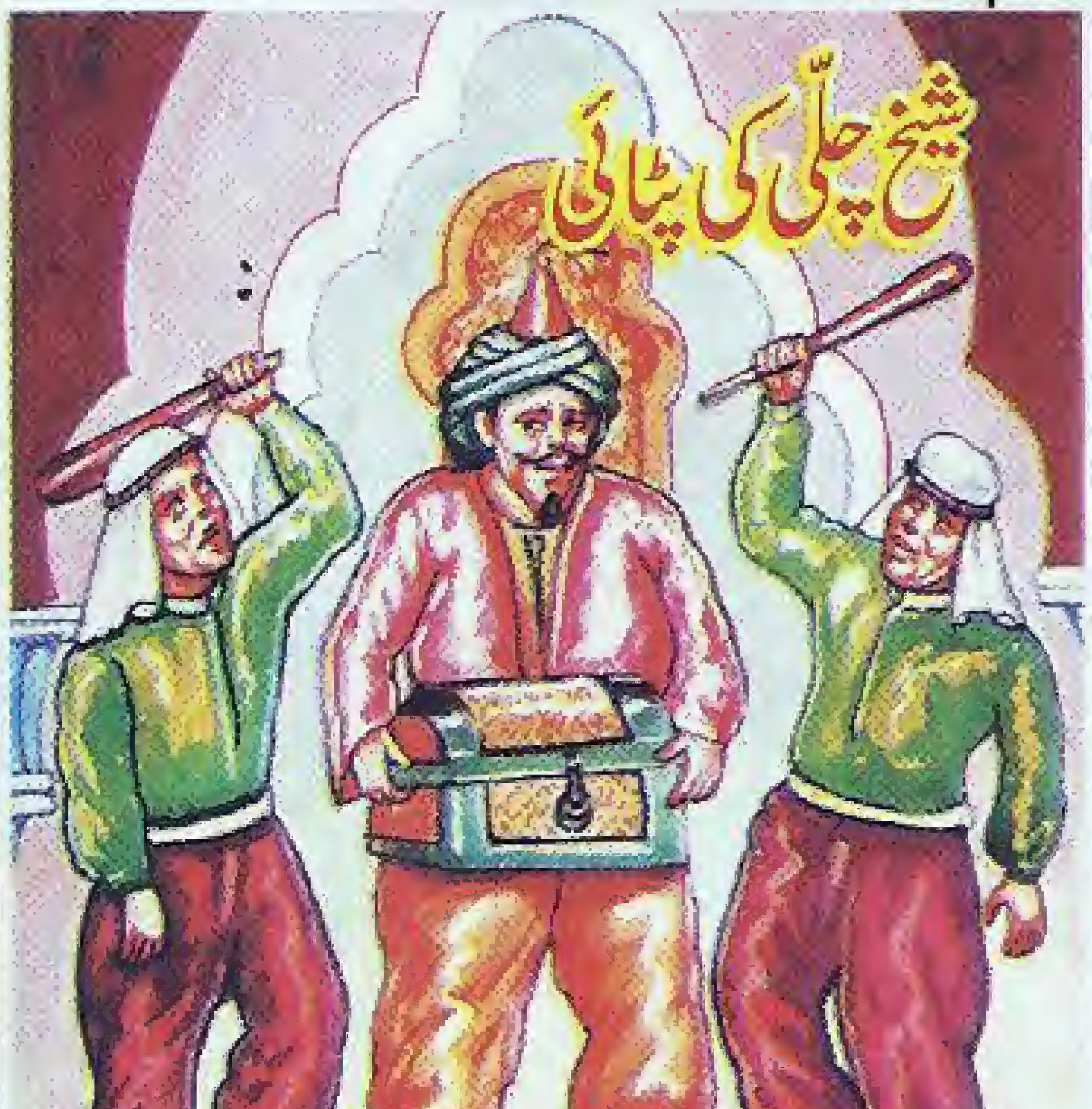
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk